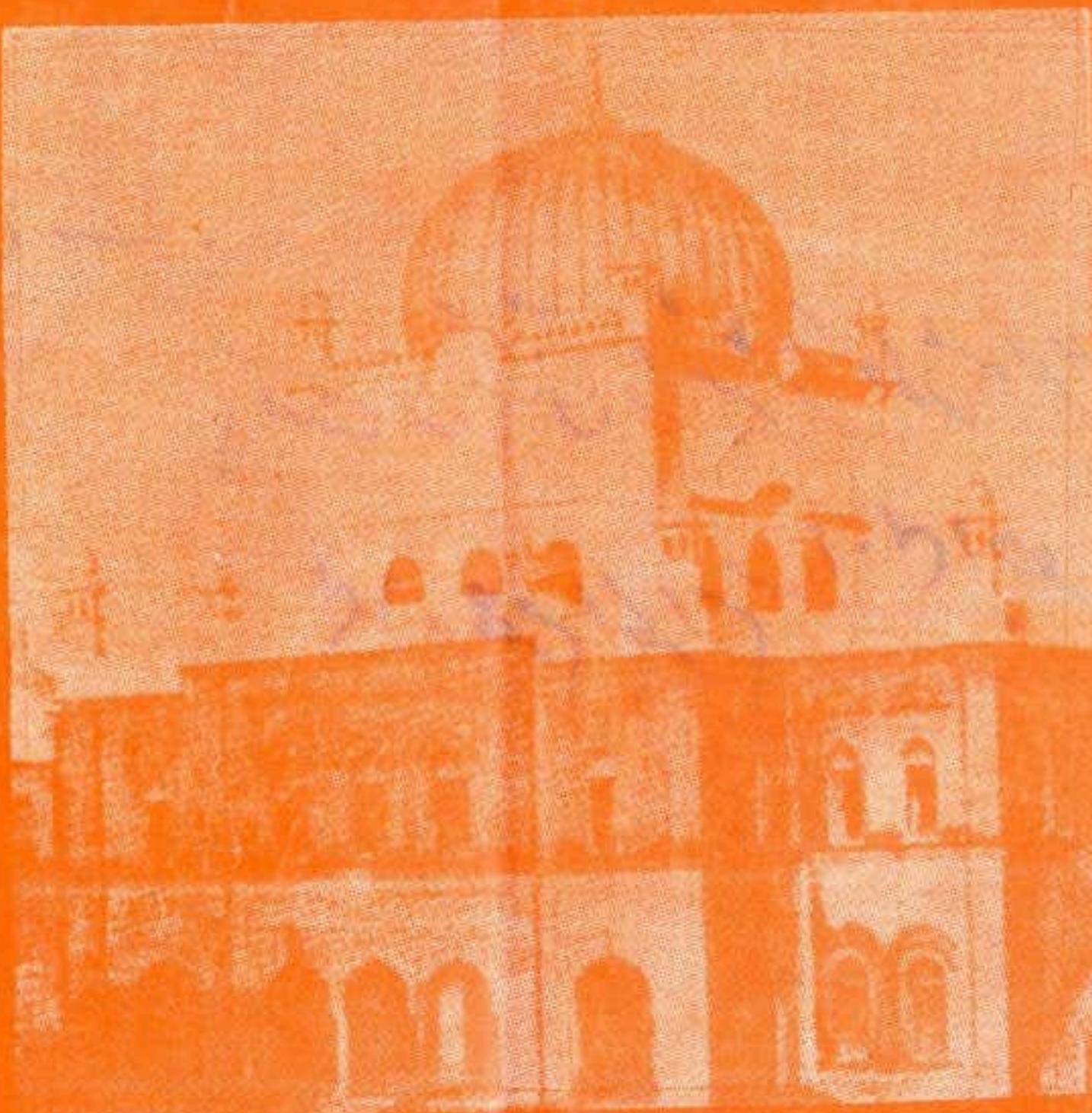


دارالعلوم دیوبند

کے
سو سال

میثم قادری

محنت کار جاوید



عظام پبل کشیشر۔ لاہور (پاکستان)

مختصر حساب بیان و فقر رعایتم از درآمدات شماره زندگی
و کن مجازی علاوه بر پاکستان اسٹریٹ رائسرز ملٹری
کونسل

منی نسب :

پاکستان سُنڈ رائسرز ملٹری ملکہ ملک

۱۵ اگسٹ ۲۰۱۴ء

بِرَصْغِيرِ پاکِ وِہند کی صد سالہ تاریخ کے مختلف دوار
میں دارالعلوم دیوبند کے کردار کا

مختصر حجائزہ

دارالعلوم دیوبند
کے
سو سال



مختصر حجائزہ



عظیم پبلی کالج دیوبند
(جامعة)

بِحُكْمِهِ حَقُوقٌ مُعْفَوْظٌ هُن

نام کتاب ————— دارالعلوم دینیہ بند کے سوسائٹ
 تالیف ————— مختار جاوید
 کتابت ————— ابو الفیض حمزاں علیان
 پردوٹ ریڈنگ ————— خود الدین علیان
 مطبع ————— تاج الدین پر نظر نلاہ
 ناشر ————— عظیم پبلی کیشنز لامور
 اشاعت اول ————— اکتوبر ۱۹۸۰ء
 تعداد ————— ایک ہزار
 قیمت ————— تین روپے

ملنے کا پتا

عظیم پبلی کیشنز

پوسٹ بکس ۱۹۹۶

لاہور

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	افتتاحیہ	۲
۲	پس منظر	۹
۳	جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء	۱۲
۴	تحریک ختم نبوت	۱۵
۵	تحریک علافت و ترک موالات	۲۲
۶	تحریک پاکستان	۳۰
۷	قیام پاکستان کے بعد	۳۴
۸	صد سالہ جشن	۳۵



افتتاحیہ

آبادی کے لحاظ سے دنیا کی دوسری بڑی — اور قدرتی دسالیں سے مالا مال ہونے کے باوجود مسلمان آج سب سے زیادہ پسندیدہ لوگوں میں ملکیتی اور اغیار کی دست بگر قوم نظر آتی ہے۔

کیسی انسان کے ہم پر روپی بھیریوں کے دانت گزے ہیں تو کہیں بھارت کی "کاملیت" رکشیر سے نہ ہوں تو چوتی نظر آتی ہے فلسطینی شریب الوطنی کی زندگی گزارنے پر جبور ہیں تو مسلمانوں کا قبلہ اقل نرغہ اسرائیل میں محصور — حدیہ ہے کہ اس ناپاک قوم نے اب القدس شریف کو اپنا مستقل دار الحکومت قرار دے کر عالمی فیصلے کے مذہ پر زناٹے دار حصہ رسید کیا ہے۔

عالم اسلام کی یہ رسولی اور کس پرسی ملاد جرمیں ہے ہم آج بھی خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھروسہ کرنے کے بجائے ماسکو اور دشمنی پر تکمیر کیے ہوئے ہیں۔ ہم اتفاق دیکھاوے کے بجائے یا ہم دست دگر یا بیان ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کو زک پہنچانے کے لیے علام امام غیر مسلم متحدد متفق اور الکفر ملت و احادیث کی تفسیر ہیں۔ اگر ایک سورہ طلاقت اسرائیل کو مسلح کرنے میں کوشش ہے تو دوسری بھارت کو بار و دکا دیں یعنی بنانے میں مصروف ہے۔ یہود و ہندو کو میزائلوں اور بیویوں سے لیس کیا جا رہا ہے لیکن پاکستان کا پُرانا ایسی پروگرام بھی تقریباً بھی غیر مسلم ممالک کو اسلامی ہم "نظر آتا ہے۔

در اصل یہ ساری افتادہ افتادہ اس کے جدیب صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح بدایات سے روگردانی کا نتیجہ ہے۔ مختلف اسلامی ممالک کے غیر مسلم عالمی طاقتوں سے تعلقات کو سامنے رکھیے اور قرآن کے ان واضح احکام کو دیکھیے۔

لے نعمت ہے کہ جنل اسپلی کے بعد اب سلامتی کو نسل نے بھی اسرائیل کے اس اقدام کی نیت کی ہے۔

”مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں مسلمانوں کو چھوڑ کر۔ اور جو ایسا کرے گا
اسے اللہ سے کچھ تعلق نہ رہے۔“

اور

”اے ایمان والو! غیروں کو اپنا لذوارث بناو۔ وہ تمہاری بُراقی میں کمی نہیں
کرتے۔ ان کی آزو ہے جتنی ایسا تمہیں پہنچے.....“

آج ہم جس قسم کے حالات سے روپا رہیں نہیں ہیں۔ بدعتی سے تاریخ کے مختلف
ادوار میں ہم ایسی شوکتیں بار بار کھا چکے ہیں۔ حشم فلک نے برصغیر پاک و بندگی گزشتہ سوا صدی
میں ایسے شرمناک سماں متواری کیے ہیں۔ وہ لوگ جو علم دین کے اور اک کے معنی اور شیخ الاسلام
”شیخ القرآن“، ”شیخ المحدثین“، ”ابوالکلام“، ”امیر شریعت“، ”امام العند“، ”شیخ العند“ اور منظہ عظیم
قسم کے بھاری بھر کم القابات سمیٹنے ہوئے تھے۔ ہندو کی محبت میں اس قدر وارثتہ ہوئے کہ
دولتِ دنیا کے ساتھ ساتھ متاع دین بھی لٹا بیٹھے۔ وہ کلمہ گو مسلمانوں کو کھڑو شرک کی
توپوں سے چھلنی اور بدترین قسم کی فربہ بندی کی نشووناکرتی رہے۔ اور اللہ کی رستی کو
مفبوطی سے پاڑنے کے بجائے گاندھی کی پوچنی سے چھٹ کر رہ گئے۔
لیکن ہندو کی چوکھت پر یہ تمام سجدہ ریزیاں اکارت گئیں اور معروف صحابی اٹھیں
قریشی کے افاظ میں۔

”وَنَهْشَلَّ مُسْلِمَانَ جِنْهِيْسِ اپنی قومی خدمات پر بُرا ناز تھا اور سہیش اپنے
ہم زمہروں کی ناراضی کی مول لے کر ہندو کانگریس کا ساتھ دیتے رہے تھے
تقییم کے موقع پر ہندوؤں اور سکھوں کے عتاب سے نہ بچ سکے۔ یہاں
یہ کہ پاکستان مژوہ باد کے نعرے لگانے والے مسلمان بھی اس جرم میں
مارے گئے کہ آخر یہ مسلمان تو ہیں۔“

۱۸ سورۃ آل عمران آیت ۲۸ ۱۹ سورۃ آل عمران آیت ۱۸

۲۰ ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۳۔ جولائی ۱۹۷۸ء صفحہ ۲

اس عید الفطر یہ مراد آباد کے مسلمانوں پر جو قیامت ٹوٹی ہے اس کا سلسلہ وسیع ہو کر اب بھارت کے مختلف شرکوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے سینکڑوں مسلمان شہید ہو چکے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں گرفتار کیے جا چکے ہیں یعنی تاب خواتین کی عصمت و عزت بند غنڈوں کے رحم و کرم پر ہے ۔

حالیہ مسلم کش فسادات بحاثت کی تاریخ کے بدترین سہی اولین ہرگز نہیں ہیں۔
خالد رضیف گاہ کے الفاظ میں:

۱۹۶۳ء میں آزادی بلے سترہ برس ہوئے تھے کلکتہ میں مرنے والے مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔ سنگھلی کی اس سے بڑی مشاہ اور کیا ہو گی کہ مسلمان متأثرين کے کمپ پر شین گنوں سے حملہ کر دیا گیا، ان کا راشن روک دیا گیا اور دس ہزار مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا۔

تیرپتی میں ایک بڑا دن تھا جس کو پیاری ساری تھی۔ ستمبر ۱۹۶۹ء میں کم از کم چار ہزار مسلمان ان فسادات کی نذر ہوئے۔ لاشیں اس کثرت سے تھیں کہ انہیں بڑی خندقوں میں پھینک کر متی سے ڈھانپ دیا گیا..... متعدد لوگوں پر ہیزاب پھینکا گیا اور ان کے جسم کے نازک حصتوں کو گرم آہنی سلانخوں سے داغ دیا گیا۔

جب انداگاندھی احمد آباد کے ہوائی اڈ سے پلاتیں تو انہوں نے دیکھا کہ تباہ اور جلی ہوئی عمارتوں میں ایک آرڈر جلی ہوئی لاش کو گتا بھینبھوڑ رہا تھا۔ سورتیں پچھے مرد ہے جوئے اور صریحاً رہے تھے اور چار سے

اس قسم کے عجیبناک و اتعات کے بعد نہیں میں تمدیلی فطری بات ہے۔ لطیف گا با
ہی کے الفاظ میں ۔

ڈیکھا در افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ سطحیں ایک ایسا شخص لکھ رہا ہے جس نے تقسیم ہندوستان کی مخالفت کی تھی لیکن بھارت میں ۴۰ سال سے زائد

لہ خالد طیف کا، مجبور آوازیں تھیں ازایم افضل بحوالہ روز نامہ نوائے وقت لاہور میر غیر ۱۴۰۰ء
اگست ۱۹۸۰ء

عہ مذکور بطور شہری رہنے کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ جس سیکولر اسلام کے بہت
دعوے کے جاتے ہیں وہ بالکل کھوکھلی ہے۔ لہ

دو قومی نظریے کے مقابلہ ایک مسلمان اور ایک کاپچٹا وابحی ملا خطہ ہو۔

دہلی میں میرے خالو اور ان کا پورا خاندان قتل ہو گیا۔ ایک بچی زخمی حالت میں
لاشوں کے ڈھیکر کے نیچے سے ملی۔ ایک بڑا کاش جانے کیس طرح بجھ بخلا بیرے
عورت اور دوست مجھ سے پوچھتے تھے، تمہاری متعدد قومیت کہاں ہے۔ تمہارا
مشترکہ کلیمہ کیا ہوا۔ تمہارے وہ تصورات کہاں ہیں کہ تو یہیں نہ ہب کی بنیاد پر
نہیں بنائتیں۔ تم تو کہتے تھے کہ ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں۔ تم تو کہتے
تھے کہ ہندو مسلمانوں کے خون کے دسمن نہیں ہیں۔ تم تو کانگریس کی دریادل اور

فیضی کے قائل تھے
آج میرے چاروں صرف آگ ہے اور میں جو یہی کے اوپر والے کمرے ہیں خاموش بیٹھا
گھستوں سوچتا ہوں کہ میں کس قدر غلط تھا۔

یک شاید بعض دلوں اور دماغوں پر اللہ نے نہ کر دی ہے کہ وہ محبوس کرنے اور سمجھنے
سے بالکل عاری ہو گئے ہیں۔ تحریک پاکستان کی مقابلہ میں ہندو کانگریس کا ساتھ دینے والے
کانگریسی علماء اپنے دارالعلوم — دینہ بند — کے جشن میں ہندو یورپیل کو مدعا
کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی دعوییں اڑانا یعنی خدمت اسلام سمجھتے ہیں۔

آخری اطلاعات کے مطابق
اندر کامزی کے بیٹے نجیب کامزی نے کھانے کا دیع انتظام کر رکھا تھا۔ نجیب کامزی
نے تقریباً پچاس ہزار افراد کو تین دن کھانا دیا۔ جو پلاٹ کے لفافوں میں نہ رہتا تھا

لہ خالد ریاست کا : مجبور آوازیں تھیں اذ ایم افضل بحوالہ روز نامہ نوابے دفت لامہ

مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۸۰ء
۲۔ محمد عسمن ایم۔ اے، آپ ہتھی، بحوالہ روز نامہ نوابے وقت ۲۶ اگست ۱۹۸۰ء مضمون
یہ لوگوں کوں ہیں — کیا چاہتے ہیں۔ از ضیام شاہ

نے اپنی رپورٹ ۱۸۵۸ء میں لکھا
 " موجودہ بغاوت کی تحریک رجگ آزادی ۱۸۵۷ء سکھوں
 اور ہندوؤں نے نہیں چلائی بلکہ اس تحریک کے چلانے والے اور
 اس کی آنکخت کرنے والے مسلمان ہیں اور مسلمانوں میں جاگیرداروں
 اور سرمایہ داروں نے یہ تحریک نہیں چلائی بلکہ غلامی کے خلاف
 بغاوت کے جذبات مسجدوں، خانقاہوں اور تعلیمی اداروں
 میں پائے جاتے ہیں۔" لہ



مشتر آزاد کی 'تتشیص' کی روشنی میں میکالے نے مساجد اور خانقاہوں
 کے تعلیمی نظام کے مقابل جدید تعلیمی ادارے قائم کرنے کی سکیم پیش کی تھیں کیونکہ
 یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلماناں ہندو نے علماء و شاخچ کے زیر اثر
 ایک طویل عرصت تک ان تعلیمی اداروں کا مقاطعہ کیے رکھا جس سے ہندو نے
 بھرپور فائدہ اٹھایا اور سرکاری دفاتر و کلیدی اسامیوں پر قبضہ کرنے میں
 کامیاب ہو گیا۔ انسی حقوق کا دراک کرتے ہوئے سرستید احمد خان نے آل
 انڈیا محمدن ایجوکیشن کانفیڈنس کی بنیاد رکھی جس کے کارکنوں کی سمی سے بعد
 میں مسلم لیگ وجود میں آئی
 اس کے مقابلے میں وین پسند طبقے نے دینی تعلیمی ادارے قائم کرنے کے
 لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ انسی میں سے ایک دارالعلوم دیوبند بھی ہے
 گو اس درسگاہ کے قیام کے متعلق مورخین و محققین کی آراء مختلف ہیں اور

بعض تو جگہ لفظوں میں اسے انگریز کا "کارنامہ" قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہمیں اسی حسن نظر سے کام بینا چاہئے کہ بانیان ادارہ پر خلوص تھے۔ ممتاز محقق میاں عبدالرشید کی یہ رائے خاص اداونہ رکھتی ہے۔

* دیوبند تحریک کے بانی مبافی حاجی امداد اللہ ساری عمر مختلف اسلامی فرقوں کے اختلافات دور کرنے میں کوشش رہے۔ ان کا مسلک یہ تھا کہ نزاعی مسائل میں سے بقیتہ میں نزاع محض لفظی ہے اور تقصیر و متحد۔ مگر جیسا کہ اکثر ہوتا ہے بعد میں اس تحریک نے ایک الگ فرقہ کی حیثیت اختیار کر لی۔



یہ تعلیمی ادارہ — دیوبند راجہارت) کے مقام پر ۵ اگسٹ (محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو ایک مسجد میں قائم ہوا۔ اس مکتب نکر کے عقیدتند اس مدرسہ کے قیام کو اہمی قرار دیتے ہیں اور اپنے اکابر کی بہت سی "کرامات" کا تذکرہ بھی کرتے ہیں جن کی تفصیل کا یہ مختصر کتاب پچھے متحمل نہیں ہو سکتا۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام اس کے اغراض و مقاصد یا بانیان کے خلاص و عدم اخلاص پر گفتگو ہمارا موضوع نہیں ہے۔ آئیے یہ دیکھیں۔ بر عغیر پاک و بندک تاریخ کے مختلف اداروں میں اس ادارہ سے مسلک صفات کا اجتماعی کردار کیا رہا ہے۔ زیتوں کا حال تو اُس عالم الغیب کو ہے۔ تاریخ اپنے صفحات میں صرف عمل اور اس کے نتائج کو حلقہ دیتی ہے۔



نوائے وقت لاہور، ۸ مئی ۱۹۴۵ء۔ مضمون "برطانوی دور میں جعیم پاک و بھارت کی سلمی سیاست"

ماہنامہ الرشید" فردری، مارچ ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۳، ۳۵۸

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

دالعلوم دیوبند کا قیام جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء کے دس سال بعد عمل میں آیا۔ اس کے اکابر کا کردار اس معرکہِ حق و باطل میں کیا رہا یہ مولوی عاشق الہی میر بھٹی کی زبانی ہے۔

۱۔ شروع ۱۲۲۶ھ نبوی ۱۸۵۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی فتد من سرڑہ پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا اذام کیا گیا اور مفسدوں میں شرکیہ رہنے کی تہمت باندھی گئی۔^۱
مولوی عاشق الہی میر بھٹی کا شمار اکابر علمائے دیوبند میں ہوتا ہے۔ وہ اپنے پیرو مرشد مولوی رشید احمد گنگوہی اور دوسرے قائدین دیوبند کی جنگ آزادی میں شرکت کی پڑ زور افاظ میں تردید کرتے ہیں۔ بلکہ انگریز کی حمایت میں مجاہدین آزادی کے خلاف ان کی کارگزاریوں کا فخر یہ تذکرہ کرتے ہیں۔ ایک واقعہ یوں لکھتے ہیں۔

۲۔ ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے فریقِ جان مولانا قاسم الحلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب

۳۔ یعنی مولوی رشید احمد گنگوہی۔

۴۔ عاشق الہی میر بھٹی : تذکرہ الرشید طبعہ مکتبہ بجرا علوم کراچی صفحہ ۲۷

دنیز حافظ صنامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوق چھپیں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزمادی رجتھا اپنی سرکار کے مخالفت باعیون کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا تھا۔ اس لیے اُن پہاڑ کی طرح پڑا چماکر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان شاری کے لیے طیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانہ روی کہ جس ہوناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور پہاڑ سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر باتھوں میں تلواریں لیے جنم غیر بندوق چھپیں کے سامنے لیے جئے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ دیے ہیں۔ چنانچہ آپ پرفیریں ہو میں اور حضرت حافظ صنامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیرِ ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔^{۱۷}

مولوی ابوالزاہ سرفراز خان صاحب صفتدر نے مذکورہ واقعہ کا حلیہ بجاڑ کر اسے اپنے بڑوں کی جنگ آزادی میں عملی شرکت قرار دے دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔^{۱۸}

”آپ سمجھتے ہیں کہ کھاں جابر اور ظالم برطانیہ جو ملک پر بر سر اقتدار تھا اور کھاں نہتھے اور بے سرو سامان مجاہد؟ مگر ان بہادروں اور دیروں نے اور ان میں خصوصیت کے ساتھ حضرت نانو توہینی نے اپنی شجاعت کے خداداد جوہر اس جہاد شاملی میں دکھائے۔ ہالآخر ان حضرات کو شکست ہوئی، کچھ حضرات تو زخمی ہوئے اور حافظ محمد صنامن صاحب شہید ہو گئے۔“^{۱۹}

۱۷ عاشق الہی نیر بھی: تذکرة الرشید: طبعہ مکتبہ بحر العلوم کراچی صفحہ ۲۵،
۱۹ ماہنامہ الرشید، فروردی ۱۹۷۶ء صفحہ ۲۶۱

سرفراز صاحب صفت در ہوں یا کوئی دوسرے "صف شکن" —

وہ آج اپنے بزرگوں کی صفائی میں کہتے ہی با تھپاٹوں کیوں نہ ماریں - ان کے مقام میں ان کے اکابر کی تحریریں ہی معتبر کہلائیں گی —
بانیاں دارالعلوم دیوبند انگریز کے دشمن تھے یادوست ؟ —

بھی عاشق الہی میر بھٹی کی زبان سے سُنیے کہ —
ع سُنند ہے آن کا فرمایا ہوا

"جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمہ دل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں کی سرکوبی مشروع کی تو جن بُرول مفسدوں کو ماموا کے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچتی تہتوں اور نجہری کے پیشے سے سرکاری خیرخواہ اپنے کو ظاہر کریں - انہوں نے اپنارنگ جنمایا اور ان گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا ۔ لہ

اسی کتاب میں آگے چل کر مولوی رشید احمد گنگوہی کے یہ الفاظ نظر کیے گئے ہیں جو انگریز سے وفاداری اور فرماں برداری کا منہ بولتا ہوتا ہیں -
..... میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہو گا اور اگر مارا بھی گیا تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکانہ ہو گا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے ۔ اسے اختیار ہے جو چاہے کرے ۔ لہ
آج تحریک آزادی کا ہیرد بننے کے لیے تاریخ کی کیسی ہی گت

نہ بنائی جائے۔ ان "اقبالی بیانات" کی موجودگی میں ایسی ہر کوشش شغل بکار ہی کھلائے گی۔ ہم خوب طوالت سے مزید اقتباسات پیش کرنے سے دانتہ گریز کر رہے ہیں ورنہ صرف اسی ایک باب کے لیے کافی ذفرت درکار ہیں۔



تحریکِ حتم نبوت

دیوبندی مکتب فیکر کے احباب کو تحریکِ حتم نبوت میں اپنے "کارنال" پر بہت ناز ہے اور وہ اس کا ذکر تحریر ہو یا تقریر ہر کہیں بالاترا صورت میں چنانچہ تحفظ حتم نبوت کے سلسلہ میں بر صیری پاک و ہند میں کی جانے والی ہر کوشش کو اپنے ہی لکھتے ہیں۔ دل چسپ ترین بات یہ ہے کہ شخصیات تک کے "اغوا" کو مبارح سمجھا گیا ہے۔

حضرت پیر ہبھ علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے کہ کس دیدہ دلیری سے حضرت کو دیوبندی صفت میں پیٹا جا رہا ہے۔

حضرت پیر صاحبؒ حج پر تشریف لے گئے اور محاذ میں قیام کا ارادہ فرمایا، مگر حضرت قطب عالم حاجی صاحبؒ نے انہیں باصرہ تو اکیدہ بنودستان کی واپسی کا مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:-

"ہندستان میں عنقریب ایک فتنہ رو نما ہو گا، آپ وطن واپس جائیے۔ بالفرض آپ وہاں خاموش بھی ممکن ہیں تب

بھی وہ فتنہ ترقی نہیں کر سکتے گا اور ملک میں سکون ہو جائیگا۔ لہ
 حاجی امداد اللہ صاحب مهاجر گئی کو پوجہ مختلف الخیال حلقوں میں
احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن اس تحریر سے بالکل متصل یہ الفاظ بھی
لکھنے گئے ہیں۔

” قادریانی فتنہ کا جرثومہ ابھی رونما نہیں ہوا تھا کہ دارالعلوم دیوبند
کے مرشد و مرتب حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ مهاجر گئی
قدس سرہ نے بطورِ کشفِ اعن کے خپور کی پیش گوئی فرمائی اور
علمائے امت کو اس کی جانب متوجہ فرمایا۔ لہ

گویا حاجی صاحب قبلہ دارالعلوم دیوبند کے مرشد و مرتب
پیر مہر علی شاہ صاحب کا تعلق حاجی صاحب سے ۔۔۔ اس طرح حضرت
پیر صاحب کا قادریانیت کے خلاف سارا جہاد کھاتر دیوبند میں ۔۔۔
کیوں صاحب ! ہے ناوجاں اور دُور کی کوڑی ؟ ۔۔۔



ماہنامہ الرشید لاہور کا دارالعلوم دیوبند نمبر (فرودی) مارچ ۱۹۷۶ء
ہمارے سامنے ہے۔ جس میں مولوی محمد یوسف الدین انوی صاحب کا ایک مضمون
” دارالعلوم اور تحفظ ختم نبوت ” کے زیر عنوان ۳۵ صفحات پر صحیط ہے۔
اس مضمون میں تحریک ختم نبوت کا سارا کریڈٹ دیوبند کو دلانے کی سعی ناکام
کی گئی ہے۔ چنانچہ جہاں پائی دارالعلوم سے کہ کوئی سفت نوری صاحب

لیک، اس تحریک کا مجاہد بنایا گیا ہے وہاں بدنام زمانہ کتاب "تحریر ان س" کی مذہوم عبارات کی تادبیس بھی کی گئی ہیں لیکن آغراں کتاب کے یہ صفحات کہاں نوح ہمکے چائیں گے۔

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انہیار سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اب فہم پر روشن ہو گا کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام درج میں دلکش سُولَ اللَّهُ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔“ لہ اور

۰ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت
محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ۳

یہ امر قابل ذکر ہے کہ تحدیر ان سے کے بعد کے اُذینوں میں اس عبارت کو یوں بدل دیا گی۔

اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی
نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔ ۳
اس قسم کے فتاویٰ نے ہی مرتضیٰ غلام احمد قادریانی کو یہ جرأت دلائی ہو گی کہ
اس نے دعویٰ نبوت کر دالا۔ واقعات کی تاریخ دار ترتیب کو ذہن نشین

کرنے کے لیے شاید یہ الفاظ کافی ہوں ۔

"قادیانی نبوت کا فتنہ" حضرت مولانا محمد قاسم نانوتیؒ (۱۲۹۰ھ)

بانی دارالعلوم دیوبند کے دصال کے بعد رونما ہوا ۔ لئے

قاسمی صاحب نے رسالت "تحذیر الناس" ۳۲۴۱ع میں لکھا۔ جب کہ مرا

قادیانی نے اپنے علمی اور مجدد ہونے کا دعویٰ ۸۸۰۱ع میں کیا ۔

آنچنانی مرا صاحب اور ان کے چیلے چانسٹے ان فتاویٰ کو اپنے دعویٰ کے

حق میں بطور دلیل پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ رضا پنځہ مرزا کے خلیف

مرزا بشیر احمد نے مولوی محمد قاسم نانوتیؒ کے اسی رسالت "تحذیر الناس" کی ایک

عبارت نقل کر کے لکھا ہے ۔

"اب بھیرت کے نزدیک اس شہادت کو خاص مدن حاصل ہوا

چاہئے۔ یہ شہادت درست العلوم دیوبند کے نامور بانی حضرت مولوی

محمد قاسم صاحب نانوتیؒ رفت ۱۸۸۹ع کی ہے ۔"



اب ذرگه ہاتھوں اس مکتب فکر کے حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی
کے متعلق ایک دفعہ بھی سن لیجئے۔ جس کے راوی سخنگی پاکستان کے ممتاز کارکن
اخبار زمیندار کے دریہ مولانا ظفر علی خان میر حوم ہیں۔

"تحقیم بھومن رضیع منظر بگردھی نے تاریان کے اس متن متبین کی

۱۔ مہماں ارشید لاہور فردری۔ مارچ ۱۹۷۶ع، صفحہ ۳۷۔

۲۔ خصم نبوت کی حقیقت، مطبوعہ کراچی صفحہ ۳۵۔

۳۔ یہ مخفف سمجھنا چاہئے۔

شرح کی ہے اور عملی شرح کی ہے۔ سجادہ نشین امدادیہ حضرت مجھ لانا حاجی حافظ شاہ اشرف علی صاحب تھانوی کا ایک مابینہ معرفیہ
رسالہ شائع ہوتا ہے جس کا نامہ 'الامداد' ہے۔ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ
کے 'الامداد' میں مریدوں کے سوالات اور جواب پر مرشد کے
جوابات درج ہیں۔ صفحہ نمبر ۳۰، ۵۳ پر ایک مریب نے ایک مول
کیا ہے جو سلسلہ ترتیبی میں تیسرے نمبر پر واقع ہے۔ یعنی دو مول
اور ان کے جواب اس سے پہلے بھی آچکے ہیں۔ اس تیسرے حال
کی عبارت سراپا بشارت ملاحظہ ہو۔ لہ

"ایک دفعہ ریاست رام پر میں جانے کا تقاضہ ہوا۔ وہاں ایک
مسجد میں ایک مولوی صاحب کے ہاں پہنچنا پڑا۔ جو طالب علم تھے
یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے (یعنی مولانا
شاہ اشرف علی صاحب سے) بعثت ہیں۔ اس لیے ان سے
ادر بھی محبت ہو گئی۔ اثنا تھے کتفگوں میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس
دور سالے "الامداد" "حسن العزیز" ناموار آتے ہیں۔ پندہ نے
ان کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی۔ مولوی صاحب رطب
علم نے چند رسائل مجھ کو دیکھنے کے واسطے دیئے۔ الحمد للہ جو
لطف ان سے اٹھایا، بیان سے باہر ہے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا۔ دو پر کا وقت تھا کہ
پندہ کا غلبہ ہوا۔ سوبانے کا ارادہ کیا۔ رسالہ "حسن العزیز" کو ایک حنفی

رکھ دیا لیکن جب بندہ نے دوسری کروٹ بدلی تو دل میں خیال
 آیا کہ کتاب کو پشت ہو گئی اس پیسے رسالہ حسن العزیز کو اختاکر
 اپنے سر کی جانب رکھ لیا۔ اور سو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد خواب
 دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
 پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جگہ حضور
 کا نام لیتا ہوں۔ (یعنی لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ)
 اتنے میں دل میں خیال پیدا ہوا کہ کلمہ شریف کے پڑھنے میں تجوہ سے
 غلطی ہوئی۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ
 شریف پڑھتا ہوں۔ دل میں تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان
 سے بے ساختہ بجا کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کے
 اشرف علی بکھل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے
 کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی
 کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو
 اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔ اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے
 لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا ہکھڑا پوچھ جائے اس کے
 کر رقت طاری ہو گئی تھی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ
 چھپ ماری۔ مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں
 رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بستور
 بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقی بستور تھا۔ عالمتِ خواب بیداری
 میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا رادہ ہوا
 کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے۔ اس واسطے کہ پھر

کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے ۔ باس خیال بندہ بیٹھ گیا ۔ پھر وہ سبھی کروٹ لیٹ کر کلسر شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ آ تھُرَمَ صَلَّى عَلَى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ مَوْلَانَا اشرف علی حلالگہ اب میں بیدار ہوں ۔ خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبوڑ ہوں ۔ زبان اپنے قابو میں نہیں ۔ اس روز ایسا بھی کچھ خیال رہا ۔ دوسرے روز بیداری میں رقت رہی ۔ خوب رویا اور بھی ہبت سی وجوہات ہیں ۔ جو حضور کے ساتھ محبت کا باعث ہیں ۔ کہاں تک عرض کروں ۔

حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب اس کے جواب میں سرفت ایک فقرہ پر قناعت فرماتے ہیں ۔ ”اس واقعہ میں تسلی محتی کہ تم جس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ بعوہ متبیع سُنَّتٍ ہے“

الامداد کا رسالہ ہماری نظر سے نہیں گزرا ہے اور نہ ہم نے اسے پڑھا ہے ۔ ہمارا اخذ اہل حدیث امرت سر ہے جس نے ۱۹۱۸ء کی الشاععت میں اس سوال و جواب کو بیان کیا ہے ”مریدانہ محبت یا ملین یا ملیخولیا“ ۔ شائع کر دیا ہے ۔ ”النقل کا لاص“ کا کہ کے اس کی توثیق بھی کی ہے ۔ اگر یہ سوال و جواب صحیح ہے اور بظاہر اس کو صحیح نہ ملنے کی کوئی وجہ نہیں تو کیا اسلام کے یہ ایک ”عجیب و غریب فتنہ“ نہیں ہے ۔ جسے ”الامداد“ نے سوتے سے بیدار کیا ہے ۔

یہ فتنے کے خود حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب دیں گے
کہ فتنہ کو بیدار کرنے والے کی تسبیت حدیث نبوی میں کیا
حکم ہے۔ ۱۷

مولانا اطھر علی خاں مرحوم کے سامنے الامداد رسالہ نہیں مخالیکن ہم
اس رسالہ کے صفحہ ۲۵ کا عکس ثانع کر رہے ہیں۔ تبصرہ۔ — دمیز
حق دبائل کافرینہ ہم قارئین پر چھوٹتے ہیں۔

مولوی قاسم نانوتوی صاحب کے "علمی فتویٰ" اور مولوی اشرف علی صاحب
مخانوی کے "عملی کارنامہ" کے بعد صحیح اس تبییے سے متعلق افراد کا حتم نبوت کے
سلسلہ میں اپنی اور اپنے اکابر کی "خدمات" پر اصرار یقیناً قابل واد ہے۔

مکمل

۱۷ مولانا اطھر علی خاں ایڈیٹر روزنامہ زمیندار، ستارہ صبح، فتنہ عجیب، قادیانی
تحفہ نجھوں میں۔ صفحہ ۸

اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کل شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پرستا ہوں
 لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھے غلطی ہے
 کل شریف کے پرستے میں اسکو صحیح پرستا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کل شریف پرستا ہوں دل پر
 لو یہ ہے کہ صحیح پرستا چاہئے لیکن زبان سے بہساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے
 اخراج علی کل جانا ہے حالانکہ محظکو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن یہ اختیار زبان
 سے بھی کل نکلتا ہے۔ وقتیں بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے مدد نے دیکھتا ہوں اور بھی
 چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں ہیری ریحالت ہو گئی کہ مکرم ابو جہاں کے کو
 رفت طاری ہو گئی زمیں پر گر گیا اور نہاد پڑ رکے ساتھ ایک صحیح نامی اور بھکر مسلم ہوتا تھا کہ
 میرے اور کوئی حققت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدین میں تو
 ہے حصی اور وہ اڑنا طاقتی بہستور تھا لیکن حقات خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال
 تھا لیکن حالت بیداری میں کل شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ خیال
 کو دل سے دور کیا جائے اس دستا کر پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے بایس خیال بندہ ہتھ گیا اور پھر
 دوسری کروٹا بیٹ کر کل شریف کی غلطی کے تارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دشراحت
 پرستا ہوں لیکن چھ بھی یہ کہتا ہوں اللهم حمل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف محلی حالانکہ
 اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن یہ اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے تابویں نہیں اُس لہاڑ
 ایسا ہی کچھ خیال رہا تھا حسکر مذہبداری میں رفت رہی خوب رہیا اور بھی بست سے جوہات
 ہیں جو حضور کے ساتھ باعث مجہت ہیں کہ انکے عرض گردیں۔

خواب: میں واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم جمع کرنے میں ہو وہ بعونہ تعالیٰ متعین ہے۔
 ۲۶ شوال ممتاز۔

تحریک خلافت و ترکِ موالات

تحریکِ هجرت کے میتھے میں مسلمانوں نے بے پتہ نقصان اٹھایا — ان کی جائیدادیں اور اثاثے ہندوؤں نے کوڑیوں کے مول خریدے اور خود مسلمان افغانستان پہنچ کر بلکہ نیادہ تر دو راں سفر ہی تباہ و بر باد ہو گئے۔ زخم خوردہ مسلمانان ہند کے لیے پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ اور خلافت کی تباہی کے بعد انگریزوں کی طرف سے ترکوں پر غلام و استبداد مجس کو چکاری دکھانے کے مترادفات تھا۔ مسلمانوں کے اس جذباتی ہیجان سے مشرکانہ محی نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ جب اول اخرونومبر ۱۹۱۹ء میں آں آمدیا خلافت کا نظرنس کا پہلا اجلاس دہلی میں ہوا تو ایک نشست کی صدارت مشرکانہ محی نے بھی کی۔

اس میں شک نہیں کہ تحریک خلافت کا ذکر آتے ہی ذہن علی برادران کی طرف چلا جاتا ہے اور بالخصوص مولانا محمد علی جوہر اور تحریک خلافت تو ایک ہی شے کے دو نام معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس تحریک سے ہندو نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور صرف ایک سال کے

تعیل عرصہ میں ہی مسٹر گاندھی ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ قائد بن کر سامنے آئے اور کانگریس جس کے ارکان کی تعداد انگلیوں پر گنجی جا سکتی تھی — میں مسلمان دھرم اور حضرت شامل ہونے لگے۔



مسٹر گاندھی نے تحریک خلافت میں کامیابی کے بعد اب اگلا وار کیا اور ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات کا اعلان کیا۔ اذ آباد میں ہندو اور مسلمان رہنماؤں کا ایک مشترکہ اجلاس تھا۔ جس میں ترک موالات کی قرارداد منظور کر لی گئی اور لا رجھ عمل مکمل طور پر مسٹر گاندھی کی صوابیدہ پوجھود دیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الہند مولوی محمد سعید مرحوم، مفتی محمد فایض اللہ نے انگریزوں سے موالات کو حرام اور ترک موالات کو مذہبی فرضیہ قرار دیا۔ مفتی محمد شفیع مرحوم اور مولوی احمد سعید مرحوم نے بھی اس کی تائید کی اور مولوی عبدالباری فرنگی محلی نے بھی اس سے پورا پورا اتفاق کیا۔ لے ترک موالات سے شاید کسی کو اس قدر اختلاف نہ ہوتا لیکن اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ہندو مسلم موالات جو دراصل مسٹر گاندھی کا مقصد و مطلوب تھی۔ بیدار علمائے دین کے نزدیک مسلمانوں کے لیے سہ قاتل سے کم نہ تھی۔

یہ حضرات بجا طور پر اس ہندو مسلم اتحاد کے خلاف تھے جو وطنیت پرستی اور دین سے بے خبری پر مبنی تھا۔ کانگریس تو چاہتی ہی یہ تھی کہ ملی

لے ارکان مجلس خلافت، تحریک عدم تعاون اور احکام دین میں، مجلس خلافت پنجاب

امتیازات کو کمیر بھلا کر "ہندوستانیت" کا پرچم خام لیا جائے اور یوں سہماو
کا علیحدہ وجود ہیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

یہ دیکھ کر حد درجہ حیرت اور دُکھ ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی مندیافتادہ
یہے یکے بعد دیگرے اس قسم کے فتوؤں کی بوجھاڑ ہوتی رہی ہے جو مسلمانوں کے ملی
شخص کو مٹانے اور ہندوستانیت میں ضم کرنے کی سازش میں دانتے یا نادانستہ
طور پر محمد و معاذل ثابت ہوتے رہے۔

مولوی حسین محسن صاحب (رشحہ الہند اسیر ماٹا) فرماتے ہیں
"اس لیے ہندوستان کی آبادی کے یہ دونوں (ہندو مسلمان) بلکہ
یہ کھنلوں کی جنگ آزماقوم کو بلا کر میوں عنصر اگر صحیح داشتی
سے رہیں گے تو سمجھیں نہیں آتا کہ کوئی چوتھی توس نواہ وہ کتنی
ہی بڑی طاقت ور ہوان اقوام کی اجتماعی قوت کو شکست دے
سکے گی۔"

انی محمود حسن صاحب کا یہ ارشاد بھی قابل توجہ ہے۔

کچھ شبہ نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کے ہمراں وطن اور ہندوستان
کی سب سے زیادہ کثیر التعداد قوم (ہندو) کو کسی نہ کسی طریق سے
آپ کے ایسے پاک مقصد کے حصول کے لیے مؤید بنادیا ہے
اور میں ان دونوں قوموں (ہندو و مسلمان) کے تفاوت و اتحاد
کو بہت مفید اور منتج سمجھتا ہوں اور حالات کی نزاکت کو محسوس
کر کے جو کوشش اس کے لیے فریقین کے عائد نے کی ہے اور

۴۲

کر رہے ہیں۔ اس کے لیے یہ رے دل میں بہت قدر ہے۔ لے
بعض حضرات کا خیال ہے کہ مولانا محمد حسن صاحب "ریشمی خط" دالی
تحریک کی ناکامی اور اسارتِ مائٹ کے بعد ہندوسلم اتحاد کے داعی بننے حالانکہ
حقیقت یہ ہے کہ مجوزہ آزاد حکومت کے قیام کے سلسلہ میں مولانا موصوف کی
سامعی کوش وابد کی کسوٹی پر پھر تو صاف دکھانی دیتا ہے کہ یہ حکومت بھی
خالص لا دینی اور اسی ہندوسلم اتحاد کی بنیاد پر قائم ہوتی۔

یہ بات کیا نظر انداز کر دینے کے قابل ہے کہ مولوی محمد حسن صاحب
مولانا عبد اللہ سندھی کو کابل بھیجئے ہیں جہاں انہی کے حکم اور مشورہ سے موقفہ
ہند "کے نام سے ایک متوازی حکومت بنائی جاتی ہے جس کے تاجیات صدر
(LIFE PRESIDENT) معروف متعصب سکھ لیڈر راجہ مندر پرتاپ
مقرر ہوتے ہیں۔ اور ان کی قیادت ہیں مولانا عبد اللہ سندھی وزارت خارجہ
کا تلمذ ان سنبھالتے ہیں اور انہی اس حکومت کا پالیسی بیان یوں ارشاد فرماتے
ہیں:-

"مرکزی حکومت ہند (CENTRAL GOVT OF THE
FEDERAL REPUBLIC OF INDIA)
کامنڈر سے کوئی
تعلق نہ ہوگا اور نہ اس کو ان مذاہب میں نخل دینے کا خیال
ہوگا جو پارٹی کے مندرجہ بالا اقتصادی اور جماعتی اصولوں کو تائی
ہیں۔

۱۔ سید محمد سیاں: علماء حقوق اول مطبوعہ مراد آباد ۱۹۳۶ء، صفحہ ۹۶

۲۔ آپ بیتی ظفر حسن ایک، طبع منصور بگ باوس لاہور، صفحہ ۱۰۰

۳۔ مولانا سندھی: پغفت جتنا زبانہ سار پارٹی، شائع کردہ بیت الحکمة دہلی
بنیاد اگلے صفحہ پر

راجہ مندر پر تاپ اور مولانا عبید اللہ سندھی کے ایک رفیق کا رشtrap طفر حسن
ایک کا یہ تبصرہ کسی مزید تبصرہ کا محتاج نہیں ہے۔

”راجہ مندر پر تاپ ہندوستان کے آزاد ہونے پر وہاں ایک ہندو
حکومت قائم کرنا چاہتے تھے“ لئے

مطلع

اس سے بھی بہت پہلے سید احمد بریلوی نے ”اسلامی حکومت“ کے قیام
کے لیے جہاد کیا، ایک نظر اس پر بھی ڈالنے چلیں تو بعد میں آنے
والے ان کے پیروکاروں کی طرف سے ہندوسلم اتحاد کے لیے تن، من، وصی
لگا دینا باسانی سمجھا ہے آئندہ ہے۔ معموف ہی قسم کی اسلامی حکومت ”قائم
کرنا چاہتے تھے۔ اس کا ناک لفظہ ان کے روحانی جانشین مولوی حسین احمد منی
کی زبانی سنبھلے۔

”سید صاحب کا مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و
اتندار کا قلع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دو نوں
ہی پریشان تھے، اس بناء پر — آپ نے اپنے ساتھ
ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور اس میں صاف
انہیں بتایا کہ آپ کا واحد مقصد لکھ سے پر دیسی لوگوں کا اقتدار
ختم کر دینا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی، اس سے
آپ کو غرض نہیں، جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے، ہندو پر

(تقریب حاشیہ صفحہ نمبر ۷۰)، صفحہ ۵، بحوالہ ”مولانا عبید اللہ سندھی“ از پردیشیر محمد بود، سندھ ساگر
اکادمی صفحہ ۳۵۶

لئے آپ بیتی نظر حسن ایک طبع منصور محبب ہاؤس لاہور صفحہ ۹

یا مسلمان یا دونوں، حکومت کریں گے۔ چنانچہ اس سلسلے میں
مرحد سے ریاست گوالیار کے مدارالمہام اور عماراج دولت رائے
سندھیا کے وزیر و برادرستی راجہ ہندوراؤ کو آپ نے جو خط تحریر
فرمایا ہے وہ غدر سے پڑھنے کے قابل ہے، اس سے آپ کے اصل
عزم اور ملکی حکومت کے متعلق آپ کے نقطہ نظر پر روشنی
پڑتی ہے۔ ۱

انگریزوں کے خلاف جدوجہد کی تردید بھی اسی سانس میں مولوی
حسین احمد مدنی نے بدیں الفاظ فرمادی کہ سندھ رہے۔

”جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے چنگ کرنے کا ہوا
تو انگریزوں نے امینان کا ساتس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا
کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔“ ۲



- ہندو مسلم اتحاد کا یہ سیلا ب کیا کچھ بھالے گیا اور اپنے پیچھے کیا چھوڑ گیا۔
اس کا اندازہ ان ثرات سے لگایا جا سکتا ہے جو اب تاریخ کا حصہ ہیں۔ مثلاً۔
- ہندوؤں کو نوش کرنے کے لیے ترک گاؤ کشی کی تحریک چلی۔
- سماجی میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ اجتماعات ہوئے جہاں ہندو
لیڈر نے تقریبیں کیں اور بعض جلسوں کی صدارت بھی کی۔
- ہندو لیڈرؤں کی موت پر دعا و فاتحہ کے لیے اشتہارات تقسیم ہوئے۔

اور سلامان "قائدین" نے ان کی ارتھیوں کو کندھے دیئے۔

○ سلامان ہندوؤں کی مذہبی تقریبات میں شرکیک ہوئے، سنکھ بجائے اور مودتیوں پر پھیول چڑھائے۔

○ ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل کر رامان، بابل اور قرآن مجید کو ایک سنگھاں میں رکھ کر بھجن کاتے، جھانجھ بھاتے، جلوس کی شکل میں نہ میں لے جا کر رکھا۔

○ دیدکو الہامی کتاب اور کرشن جی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب مان لیا گیا۔

○ یہاں تک کہا گیا کہ اگر نبیت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے۔

لیکن اس کے باوجود

○ مسلمانوں کا علیلمدہ وجود بالآخر تم کرنیکیے یہی ہندوؤں کی طرف سے شدھی کی تحریک شروع ہوئی۔

مختصر

تحریک پاکستان

منزہ گاندھی نے بزمِ خواش نید ان ماریا تھا اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو متحده تحریک "کامامی" بنایا تھا۔ اب وہ خود کو ہندستان کا واحد اور غیر متنازع یہ رسم بھتے تھے لیکن قدرت کو کچھ اور بھی منظور تھے۔ ہندوؤں اور

مسلمانوں کے غیر فطری اتحاد کا یہ طلسم زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔
 چنانچہ جب دارالعلوم دیوبند سے متحده قومیت کے حق میں آواز بلند
 ہوئی اور مولوی حسین احمد صاحب نے قرآن و حدیث کی من مانی تاویلات بلکہ
 تحریفات کر کے یہ فتویٰ دافا کر —

”اس زمانہ میں قومیتیں ادھان سے بنتی ہیں ، مذہب سے نہیں
 نہیں۔ لہ

تو حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بتہ مرگ سے گرفت
 فرماتے ہوئے یہ تاریخی اشعار کہے۔

عجم مہون زندانہ رہون دیں درنہ
 ز دیوبند حسین احمد ایں چہ پو تعبی سوت
 سردد بر سر منبر کہ ملت از وطن سوت
 چہ بے خبر ز مقام محمد عربی سوت
 بمصطفیٰ بر سان خوش را کہ دیں ہبہ اوسوت

اگر ہاؤ نہ سیدی تمام بے ہبی سوت ۲

علامہ مرحوم کی زندگی میں تو مولوی حسین احمد صاحب مصلحتاً منفار زیر پر
 رہے لیکن بعد میں انہوں نے اپنے نظریہ کی تو ضیع ان الفاظ میں فرمائی :-
 ۱۔ موجودہ زمانہ میں قومیتیں ادھان سے بنتی ہیں نہ کہ نسل اور

۲۔ ہولا تاریزی ، مدیر مجلس علماء اسلام دہلی : متحده قومیت اور اسلام مطبوعہ دفتر
 اشاعت بیرون ، مصری شاہزادہ ہور ، صفحہ ۲
 ۳۔ علامہ محمد اقبال : ارمنی جماز صفحہ ۲۷

مذہب سے -

۱۔ قوم کا اعلاق ایسی جماعت پر کیا جاتا ہے جس میں کوئی وہ جماعت
ہونواہ وہ مذہب ہو یا وطنیت یا نسل یا پیشہ یا رنگت یا کوئی
اور صفت معنوی یا مادی وغیرہ

۲۔ یہ دعویٰ کہ اسلام کی تعلیم، قومیت کی بنیاد، جغرافیائی حدود
یا نسلی وحدت یا رنگ کی کیسا فی کے بجائے شرف انسانی اور
اخوت بشری پر رکھتی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کون سی نص
قطعی یا ناطقی سے ثابت ہے۔ ۱۔

مکمل

اور یہ ایک مولوی حسین احمد مدینی پر بھی کیا متوف ہے۔ دارالعلوم دیوبند
نے سمجھیت اجتماعی کا نگریں کے لیے وست و بازو کا کام دیا اور جن گئے چھنے
حضرات رمولانا اشرف علی تھانوی دمولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہم نے اس متوف
سے اختلاف کیا۔ انہیں اس ”عظیم درسگاہ“ کے سپوتوں نے گالیوں سے
نوازا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کے اپنے افاظ میں۔

”دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش استہارات
اور کارروں ہمارے متعلق چیپاں کیے، جن میں ہم کو ابو جہل نکل

۱۔ مولانا رازی، مدبر محمد علیو علیو علام دصلی، متحده قویت اور اسلام مطبوعہ دفتر
اعلامت سیرت، مصری شاہ لاہور صفحہ ۲

نوٹ: مولوی حسین احمد کے رجوع اور علامہ مرحوم کے ان اشعار کا ارمنان جماز سے حذف کرنے
کا فايز تراشنا و اللوں کو ان تحریر دن کو بھی ایک نظر دیکھ لینا چاہیے تھا۔
(جاوید)

کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔ آپ حضرات نے اس کا بھی کوئی
تمارک کیا تھا؟ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام
مرسین، قائم اور فتحی سیست رہاستھناء ایک دو کے بالواسطے
یا بلا واسطہ مجھ سے نسبتِ تلمذ رکھتے تھے۔ لہ
مولوی شبیر احمد عثمانی دارالعلوم دیوبند پر کا انگریزی غلبہ پر اپنے دکھ کا اخسار
ان الفاظ میں کرنے ہیں۔

حضرت مولانا اثر شاد کے عبد مبارک تک دارالعلوم سہ قسم کے
داخلی اور خارجی فتنوں سے پاک و صاف تھا۔ درس حدیث میں
خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احیاعت کے بھائے ہبہ تاگا ندھی
اور جواہر لال شروک احیاعت کا درس نہیں دیا جاتا تھا۔
آپ تفسیر جلال الدین ہیضاوی اور درس حدیث میں کا انگریزیت کا

لہ سکالملہ المحدثین مطبع دارالاشاعت دیوبند صفحہ ۱۰

نوٹ: مکالمۃ الصدرین — جمیعت العلماء ہند کے صدر مولوی حسین احمد مدنی
اور جمیعت العلماء اسلام کے صدر مولوی شبیر احمد عثمانی کے درمیان اس لفظ کو کا
ریکارڈ ہے جو ۱۹۷۵ء کو عثمانی صاحب کے دولت کردہ پر ہوئی۔ اس میں
مندرجہ ذیل اکابر علماء دیوبند نے مولوی شبیر احمد عثمانی کو تحیر کیا پاکستان کی حیات
سے دست کش ہونے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔

- ۱۔ مولوی حسین احمد صدر جمیعت العلماء ہند، ۱۔ مفتی کنفیات اللہ رسانی صدر
جمیعت العلماء ہند، ۲۔ مولوی احمد سعید (سابق ناظم اعلیٰ جمیعت العلماء ہند)
- ۳۔ مولوی حفیظ الرحمن ربانی ناظم اعلیٰ جمیعت العلماء ہند، ۴۔ مولوی عبدالحکیم صدقی
- ۵۔ مولوی عبدالحقیان، ۶۔ مفتی عیسیٰ الرحمن

سبق پڑھایا جانے لگا۔ جہاں تما گاندھی اور جواہر لال نہرو کے کارناموں کی نہ صرف تعریف کی جاتی ہے بلکہ ان کی تائید قرآن و حدیث سے پیش کی جانے لگی۔ درمیں حدیث میں شاید ہی کوئی دین ایسا لذت ہو گا کہ جس میں کانگریس کا تذکرہ اور اس میں سمولیت کی تدقیقیں نہ کی جاتی ہو۔ ان ہی کی تقریروں اور ماتون کی متواتر کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج دارالعلوم نہ صرف ہندو کامراج ہے بلکہ ان کے زمکن میں بہت کچھ رنگا جا چکا ہے۔ ۱۷

اب عثمانی صاحب کے اسی بیان کا ایک اور حصہ ملاحظہ فرمائیں جس میں نہ صرفت دارالعلوم دیوبند اور کانگریس کے یک جان دوقالب ہونے پر رنج کا اظہار کیا گیا ہے بلکہ اس دینی درسگاہ کے طلباء کی غیرislami اور غیرشرعی حرکات کا لوٹس بھی لیا گیا ہے۔

۱۸ افسوس! وہ دارالعلوم جس کی بنیاد اولیا و اکابرین نے اسلامی تعلیم اور اس کی روایات کے بقاء تحفظ کے لیے رکھی تھی۔ آج کانگریسیوں کا ایک مشکم تلعہ بن ہوا ہے جس میں ایک ریز رو فوج کافی تعداد میں ہر وقت جمع رہتی ہے۔ دارالعلوم کے فرزندوں کو جہاں کانگریسی حکومت کے شوق نے ملکی آزادی کا پرواز دے دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دین سے آزادی حاصل کرنی بھی شروع کر دی ہے۔ آج بہت سے ایسے طلباء موجود ہیں جو محترمات

شرعیہ اور نکرات میں اس درجہ مبتدا ہیں کہ شاید کسی ہندو کا لمحہ میں یہ
بات نہ ہو۔ ۳



عثمانی صاحب کے علاوہ مولوی اشرف علی تھانوی بھی مدرسہ دیوبند پر
کانگریسی سیاست کے اثرات بد پر بہت نالاں تھے۔ ایک دیوبندی قلم کار
پروفیسر احمد سعید کے الفاظ میں ۔

”چنانچہ جب وقت مولانا حسین احمد صاحب دیوبند کے صدر
مدرسہ مقرر کیے گئے اس کے بعد انہوں نے سیاست میں بہت
سرگرمی سے حصہ لینا شروع کیا۔ مولانا تھانوی کانگریسی سیاست
کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ جب ان کو معلوم ہوا کہ مدرسہ میں
بھی سیاست آگئی ہے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ اپنے آپ کو دارالعلوم
کی سرپرستی سے علیحدہ کر لیں۔“ ۴

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی
دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی سے علیحدگی کی وجہ بیان کرتے ہوئے اپنے ایک
مکتوب میں لکھتے ہیں ۔

”حضرت تھانوی قدس سرہ کے استغفی از سرپرستی دارالعلوم

۱۔ بیان مولانا شبیر احمد عثمانی مطبوعہ اخبار وحدت دھلی سورخ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۷ء بحوالہ اخبار
وبدیہ سکندری رام پور مطبوعہ ۵ دسمبر ۱۹۳۵ء

۲۔ پروفیسر احمد سعید : مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی : مطبوعہ راویہ
کراچی صفحہ ۱۶۰

کی بڑی وجہ دو تھیں۔ اول تو حضرت کسی تعلیم گاہ کے طلباء و مدرسین کو ملک کی عملی سیاست میں حصہ لینا اصولاً پسند نہ تھا۔ مخصوصاً کانگریسی سیاست، جس میں ایک طرف تو یورپ کی نقلی تھی اور دوسری طرف ہندو مفہومات اور مسلمانوں کی نظرت ہی نفرت کا مشاہدہ تھا۔ جب حضرت مولانا حسین احمد صاحب مفتی دارالعلوم کے عذر مذکوس ہوئے اور وہ شدت سے عملی سیاست میں حصہ لیتے تھے رخصوصاً اُن کی سیادت میں جمیعت العلماء ہند نے کانگریس کا ضمیر ہونا قبول کر لیا۔ یہ سیاست حضرت کے نزدیک مطلقاً اسلام اور مسلمانوں کے وقار کے منافی تھی۔ رخصوصاً عربی مدارس کی تواہ میں تباہی تھی۔ جب ممبر ان دارالعلوم کا ایک عنصر مولانا مفتی کا اہم خیال ہو گیا اور حضرت کے خلاف کانگریسی سیاست دارالعلوم میں داخل ہو گئی تو حضرت نے استغفار دے دیا۔ اول اول ممبر ان نے استغفاری قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر وہ جوہ استغفاری میں کوئی تبدیلی نہ کی تو آخر میں حضرت نے خود اپنے استغفاری کا اعلان دارالعلوم کے دروازہ پر چھپاں کر دیا اور سکدوش ہو گئے۔ لہ تھانوی صاحب نے اس موقع پر مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب کو ایک خط میں یوں لکھا۔

”میں تو علم الیقین سے بڑھ کر عین الیقین رکھتا ہوں کریں کانگریسی

سلک کی روح مدرسہ میں مولانا چاہتے ہیں ۔ لے

مکمل

ہمیں آج بھی یہی حُسنِ طعن ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے علمائے دیوبند کی اکثریت کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی حمایت کی ۔ مولوی شبیر احمد عثمانی اور مولوی اشرف علی تھانوی کا نام لے لے کر ہی تو آج نوجوان نسل کو یہ یاد کرایا جا رہا ہے کہ تحریک پاکستان میں علمائے دیوبند نے بڑھ پڑھ کر حصہ لیا تھا ۔ لیکن قیام پاکستان سے پہلے ہی بعض دیوبندی اکابر نے تھانوی صاحب کے افکار کی روشنی میں ثابت کیا کہ موصوف مسلم لیگ اور قائدِ اعظم کے مخالف تھے ۔

چنانچہ مولوی عبدالاحد صاحب سُرقت نے ۱۹۴۶ء میں اشرف الافقات کے عنوان سے ایک رسالہ تحریر کیا جس کا تعارف مولوی محمد میاں صاحب (والد مولوی حامد میاں صاحب تھم) جامعہ دینیہ لاہور نے لکھا ۔ اس رسالہ میں ایک جگہ مسلم لیگ کی مخالفت میں مولانا اشرف علی تھانوی کے اعلانات و بیانات ان کے خلفاء مولوی خیر محمد اور مولوی عبدالجبار ابوہری کی زبانی نقل کیے گئے ہیں ۔

مولوی عبدالجبار ابوہری صاحب کے یہ الفاظ لائق توجہ ہیں ۔

”حضرت والانے لیگ کی بد اعمالیوں اور مذہب دشمنی ملاحظہ فرم کر لیگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی جس مجلس مبارک میں حضرت والانے یہ فرمایا تھا، مولانا ظفر احمد صاحب بھی موجود تھے اسی فرمان کوئی کو مولانا ظفر احمد صاحب نے کہا کہ حضرت والانہ

ماہ اور بھر جائیے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اب لیگ کی اصلاح کی آبید بالکل ختم ہو گئی۔ میں ان حضرات سے خوب واقف ہوں۔ حضرت والا بار بار یہ شعر پڑھتے تھے۔

سے نہ خجراً طھے گانہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ہاں یہ صحیح ہے کہ شروع شروع میں لیگ کے حامی تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت حکیم الامت مسلم لیگ جیسی بد دین جماعت کی حمایت کریں۔ اب تو وہ قادیانیوں، دھرمیوں اور شیعوں کی مجسم جماعت ہے۔ لہذا تمام متولیین کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ حضرت والا کا اتباع کرتے ہوئے لیگ سے علیحدگی اختیار کریں ر. سکوالہ اخبار مدینہ، ارنومبر ۱۹۲۵ء)

یہ بات کسی بسطی سے کم نہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے خلاف تو انہیں مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا مخالف بتائیں اور آج کچھ لال بھکر قسم کے نام نہاد محقق و مورخ انہیں نظر یہ پاکستان کا بانی قرار دیں۔ ایسے ہی ایک "محقق" منشی عبدالرحمن خان کی تازہ تحقیق ملاحظہ فرمیتے و تخلیق پاکستان کے بانی مولانا اشرف علی تھانوی تھے نہ کہ علامہ اقبال ایک "تاریخی غلطی کا ازالہ" کے نیر عنوان لکھتے ہیں۔

"اسلامی سلطنت کے قیام کا جو خیال علّم اقبال" نے مسلم لیگ

لہ مولوی عبدالحید سورتی: اشرف الاعداد مطبوعہ دھلی صفحہ ۶۱
نوٹ: پرسا عالہ ہی میں لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

کے متذکرہ بالا اجلاس میں پیش کیا تھا، بالکل وہی خیال ان سے
بہت پہلے حضرت مولانا شرف علیؒ تھانوی اپنی مجلسِ عام میں کئی
بار غاہر فرمائچے تھے۔ بلکہ اس کا مکمل خاکہ اور حصول پروگرام بھی بتا
چکے تھے۔ لے
اس دعویٰ کی ضعف کلخی خپزی کا خیال کرتے ہوئے خود ہی آگے چل کر تشریح
فرماتے ہیں -

ممکن ہے آپ کے لیے یہ اکشاف موجب حیرت ہو کیونکہ
یہ بات علامہ اقبال کے انطہار کے پورے چھپیں سال بعد منظر عام پر
لائی جا رہی ہے مگر کسی بات کا علم میں نہ آنا اس کے غلط ہونے کی
دلیل نہیں ہوئی۔

فیماں پاکستان کے بعد

اپنوں اور پرایوں کی تمام ترمیماتیوں کے باوجود جب بعض اللہ کے نصل
دکم سے مسلمان ہند نے اپنے عظیم قائد کی قیادت میں حصول پاکستان کی
مزہل کو پایا تواب دار ثانی دیوبند نے دو بالکل مختلف بھروسوں میں کام شروع

کیا تاکہ اس مملکت خدا داد میں وہ اپنے مخصوص منادات حاصل کر سکیں۔

مشی عبید الرحمن خان کی طرح ہر دیوبندی قلمکار نے یہ ثابت کرنے کے لیے ایڑی پھولی کا زور لگادیا کہ پاکستان کے تحفیل سے لے کر قیام یک سب دا بستگان دارالعلوم دیوبند ہی کا کارنامہ ہے۔ وہ تو غیرت ہے کہ یعنی شہروں کی ایک بڑی تعداد بھی تقدیر حیات ہے جو اس سجوٹ کے تاریخ پر بکھیرنے کا حق اور قدرت رکھتی ہے۔ درستہ اگر تعاقب نہ ہو اور اس طرح کی "تحقیقیں" کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو نئی نسل مخالفین تحریک پاکستان کو ہی مجاهدین تحریک پاکستان سمجھنے پر مجبور ہو جائے۔

دوسرا گروہ مولوی حسین احمد مدینی کے سیاسی جانشیوں کا ہے جو قسمتی سے پاکستان میں مولوی شبیر احمد عثمانی کی جمیعت العلماء اسلام پر قابض ہو گیا ہے۔ وہ نام تو عثمانی صاحب کا لیتے ہیں اور تحریک پاکستان میں ان کے حصہ کو اپنے مانچے کا جھومر بنانے کر عوام کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن درحقیقت وہ آج بھی مولوی حسین احمد مدینی اور دوسرے کانگریسی علماء کے افکار کے ایمن ہیں اور

ح۔ دفا داری بشرط استواری

کے مصداق انہی کے ترجمان بنے ہوئے ہیں۔

یہ طائفہ جس نے پاکستان کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کیا اور اس کے بعض مرکر دہ لیدر یہ کہتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ "خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شرکیں نہیں ہیں" — بڑی دیدہ دیری سے اس زود فراموش قوم کے سامنے خود کو تحریک آزادی کا ہیرہ و بنائکر میش کرتا ہے اور ذرائع ابلاغ پر قابض ان کے گماشته تاریخ کو منع کرنے

کی اس دارفات میں اسم کردار ادا کو زہے ہے ہیں ۔

مختصر

پاکستان جماں اس گروہ کے سینئے کا کام نہ ہے وہاں مسلم لیگ کا تیر بھی ان کے دل میں منور تراز ہے ۔ چنانچہ گذشتہ ۴۴ سال تاریخ شاہد ہے کہ ان لوگوں نے ہمیشہ تحریک پاکستان کی مخالفت، قوتوں کا ساتھ دیا اور مسلم لیگی حکومتوں کے خلاف، ریشہ دو ایوں اور مرکن گریز تحریکیات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۔

تحریک ہو یا تفرقہ تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف بعض کمیں زکمیں چھلک ہی پڑتا ہے ۔ مفتی محمود صاحب دیوبندی مکتبہ فکر کی کا عدم سیاسی جماعت، جمیعت العلماء اسلام کے سابق سربراہ ہیں ۔ ان کے ایک مضمون سے یہ اقتباسات ان کے سیاسی عقائد کی جعلی کھاتے ہیں ۔

”جمیعت علمائے ہند نے جو قابل فخر کردار ادا کیا اس کا مقابلہ کوئی تحریک نہیں کر سکتی، مسلم لیگ کو تو چھوڑ دیں کہ جدوجہد کا لفظ اس کی لغت میں ہی نہ تھا، کانگریس بھی ابھی تک پوری طرح بیداری کے موڑ پر ن آئی تھی کہ میسویں صدی کے پہلے رباع کے اختام پر جمیعت نے کامل آزادی کا نعرہ لگا کر جدوجہد کو نیا زمگ دیا۔“ ۱

۱۔ دہی مولوی حسین احمد والی جمیعت جو کانگریس کی ذیلی تنظیم کے طور پر قائم پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش رہی اور جس کا واحد مقصد مسلمانان ہند کے درمیان ناقصی پیدا کر کے ان کے علیحدہ آزادی کے مطالبہ کو سبز تاز کرنا تھا۔ (رجاودہ)

۲۔ مفتی محمود: مضمون دار الحلوم دیوبند تحفظ اور احیاء اسلام کی عالمگیر تحریک ۔

”مکمل آزادی کا نصب العین سب سے پہلے جمیعت نے اختیار کیا۔ اس کے بعد کانگریس نے مسلم لیگ نے تو، ۱۹۴۳ع میں ایسا کیا وہ بھی
بامر حجیوری“۔ ۱۶

منفی صاحب ہوں یا ان کے کوئی دوسرے ہم شرب، قائد عظم علیہ رحمۃ
کی قیادت اور مسلم لیگ کی جدوجہد کو تسلیم کرنے کے ردادار نہیں ہو سکتے۔ ان
کے نزدیک آزادی کی اصل جنگ دہی تھی جو کانگریس کی قیادت اور کانگریس کے
ترنگے کے سایے میں کانگریسی مولوی لوٹنے رہے ہیں۔



پاکستان کی طرح بھارت میں موجود دارالشناختی دیوبند بھی ابھی تک کانگریس کے
ہمہ اور تر جان بیس۔ چنانچہ گذشتہ دنوں مولوی حسین احمد مدنی کے صاحبزادے مولوی
اسعد مدنی پاکستان آئے تو طلباء کے ایک استقبالیے سے خطاب کرتے ہوئے کانگریسی
حکومت اور بھارتی وزیر عظم مسٹر اندرائی مسٹر کاشمی کا حق ادا کر دیا جس

۱۶ منفی محمود، مضمون دارالعلوم دیوبند، تحفظ دایا گئے اسلام کی عالمگیر تحریک۔ ۱۹۴۳ء
ارشید لاہور، فردوسی رہائی ۱۹۴۶ء صفحہ ۳۶

نوٹ : اس مضمون کا کچھ حصہ روزنامہ مشرق لاہور میں ”دارالعلوم دیوبند اور ایامِ اسلام
کی عالمگیر تحریک“ کے عنوان سے ۱۹ مارچ ۱۹۸۰ء کو شائع کروایا گیا۔ لیکن
شاید یہ بھی دیانت دامت کاشاہکار ہی کہا لے گا کہ صاحبِ مضمون کے مسلم لیگ
کے تعلق یہ ریمارکس ”مسلم لیگ کو تو جھوٹیں کہ جدوجہد کا لفظ اس کی لفظ میں
ہی نہ تھا“ حذف کر دیتے گئے۔

پر قومی پریس نے بجا طور پر موصوف کے ان خیالات پر وقت گرفت کی۔

علمائے دیوبند نے مسلمانوں کے علیحدہ آزاد وطن کے مقابلے میں ہندو کے ساتھ مل کر رہنے کی جتناریخی غلطی کی تھی اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ آج دہ سیکولر بھارت میں مذہب کو اپنی مساجد و مدارس کی چار دیواری میں محصور کر دینے پر بھورتیں رہنے کا ملتی شخص ڈھونڈتے سے نہیں ملتا اور بھارت کی نوجوان مسلم نسل بجا طور پر جسوس کرتی ہے کہ —

”آزادی کے بعد کے تینیں سالوں میں صہیش شاہزادہ ہی دارالعلوم

دیوبند سے کوئی ایسی آداز اٹھتی ہوئی نظر آئی ہے جس سے ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس درس گاہ کی چہار دیواری کے اندر زندگی لذاتے والی خلوق کی بکھاری میں اس چہار دیواری سے باہر بھی کھیتی ہیں۔ لہ اس عظیم دارالعلوم کے اکابر نے ہندو کی قیادت کا جو جگہ اپنی گردنوں میں پہنا تھا۔ اس کا بوجھ بھارت میں مسلمانوں کی نئی نسل اب بھی اٹھائے پھرتے پر مجھو رہے۔ اگر مسٹر گاندھی کو منبر رسول بر سعی رکروہ علماء ماس کے قدموں میں بیٹھ کر اس طرح کی معاذ کرتا کہ —

”اے اللہ! تو گاندھی کے ذریعہ اسلام کی مدد فرمائے

تو آج بھارت سے اس قسم کی خبریں نہ آتیں —

۱۔ ابوالکلام قاسمی انتظامی دارالعلوم دیوبند، پس منظر اور پیش منظر، پندرہ روڑہ خبر و خبر، علی گڑھ (بھارت) ۱۶ تا ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۸

۲۔ عبدالجی کوک متعالات دین رضا رحمۃ اول، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء صفحہ ۹۹، ۹۸
مقام: مولانا محمد رضا خاں کے رفقاء کی سیاسی بصیرت از حکیم محمد موسیٰ امرسری -

* چودھویں تحریکی صدری کے مبارک آغاز کے پُرستہ موقعے پر ساری دنیا میں تقریبات کا انعقاد ہوا ہے۔ ہندوستان بھی کسی سے پچھے نہ رہتے ہوئے نوبھر کے پیٹے میں ایک سہ روذہ جشن بغداں "جشنِ اسلام" کا اہتمام کرے گا۔ اس بات کی پوری کوشش ہو رہی ہے کہ یہ جشن بڑے اعلان پیمانے پر منعقد ہو اور کسی قسم کی کوئی خامی نہ رہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس میں دنیا بھر کے دانشور بڑی تعداد میں شریک ہوں گے۔

اس جشن کے روحِ روان مسٹر حسن احمد ہیں جو کہ کل ہند مسلم یوتھ کانفرنس کے صدر اور شجاع گاندھی کے بڑے سعید ہیں۔

گویا مجموعہ "جشنِ اسلام" کے روحِ روان کی سب سے بڑی اور قابل ذکر خوبی یہ ہے کہ وہ بھارتی وزیرِ اعظم مسٹر اندرال گاندھی کے بیٹے مسٹر شجاع گاندھی کے "آدمی" ہیں — **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلِيْهِ رَاجِعُونَ**

مکمل

۱۔ اسے فاضل مدیر کی بے خبری کہا جائے یا کچھ اور کہ وہ عالمِ اسلام سے پوری ایک صدی پیچھے ہیں۔
(جادید)

۲۔ کالم اپنادیں — پندرہ روڑہ خیر دنبر، علی گڑھ (بھارت) دارالعلوم دین بدینہ

۱۶۔ ۳۱ مارچ ۱۹۸۰ء، صفحہ ۲۳

۳۔ اب آنجمانی

حدائقِ سالہ حبش

دارالعلوم دیوبند ۱۴۸۳ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۸۶۶ء کو قائم ہوا تھا۔ گویا سن بھری کے اعتبار سے اس کی عمر ۱۱ سال اور سن عیسوی کے مطابق ۱۱۲ برس کی ہوتی ہے۔ لیکن ۱۳ یا ۱۸ سال کی تابعیت سے ۲۲ مارچ ۱۹۸۰ء کو اس مدرسے کا صد سالہ حبشن دیوبند میں منایا گیا جس میں دنیا بھر سے دیوبندی مکتب فکر کے لوگوں کے علاوہ مشرب اور سلکا ان کے قریب زینتی اہل حدیث اور مودودی ساحب سے متاثر افراد نے شرکت کی۔ لے

پاکستان کے ایک بزرگ صحافی جناب وقار انصاری کو حیرت ہے کہ یہ حبشن ۲۲ مارچ کو کیوں منایا گیا۔ ایک آدھوں ادھراً دھر کر بیجا تا تو کون سی تیامت ٹوٹ پڑتی کہ یہ دن پاکستان میں مطالبہ پاکستان کی قرارداد لاہور کی یاد میں 'یوم پاکستان' کے نام سے ایک قومی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔

ہمیں جناب وقار انصاری کی سادگی پر حیرت ہے ورنہ کیا وہ نہیں جانتے کہ تو یہ حبشن عین سوئیں سالگرہ کے موقع پر منایا گیا ہے اور نہ ہی بھری یا عیسوی تاریخوں کا ہی کوئی خیال رکھا گیا ہے بلکہ بظاہر یوں لگتا ہے کہ علاقے کے

لئے دیوبندی حضرات کے علاوہ پاکستان سے دیوبندی اڑا پر جانے والے غایاں لوگوں میں ذاکر اسرار احمد، مولوی گلزار احمد مظاہری وغیرہ شامل ہیں۔

حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اندر اس کار کو اپنی حمایت و فاداری کا یقین دلانے
لیے پھیل سجائی گئی اور شمع محفل بھی یہی دیوبھی ہی نہیں ۔

اخباری اطلاعات کے مطابق معززہ بہانِ خصوصی یعنی سزا اندر گاندھی
واجنب الاحترام میزبان علمائے کرام کی تقاریر کی قدر مشترک ۔ اس "تا
فخر" ماضی کا تذکرہ تھی جس میں اس دارالعلوم کے اکابر کا انگریز کے ہنواہو کر سد
ہند کے متفقہ مطالبہ ۔ قیام پاکستان ۔ کے خلاف سرگرم
رہے ۔

"ذکر بر صبغہ پر نظر رکھنے والوں کے لیے یہ چند اس تجربہ کی بات نہیں ۔
کہ ایک اسلامی دارالعلوم کے صد سالہ حشیش کی تقریب میں نہرو کی لائلی بیٹھی رہ
محفل ہو کہ اس درسگاہ کے بڑے جامع مسجد دہلی میں سوانحی شریعت حاصلہ کو او
جماع سبجد نبیر الدین امرتسر میں سفر گاندھی کو منبر رسول پر لا بٹھانے کے تاری
کارنے انجام دے چکے ہیں ۔

ہمارے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مصلحت کے تحت
ہے جو نئی نسل کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے ۔ لوگوں کے حافظے کو کم
سمجھتے ہوئے محض پروپیگنڈے کے زور پر گذشتہ ۲۳ سالوں میں دیوبنت
مکتب فکر کے علماء و فلم کار تحریکیں آزادی کے سلسلہ میں اپنی نام نہاد خدماء

لئے روزگار نوئے وقت لاہور نے اپنی اشاعت سورخ ۱۴ مئی ۱۹۴۷ء میں مدنہ الکرامی کی
کامیں شائع کر دیا ہے جو بھارت کے ڈنسٹریکٹ مقدم کراچی کے دفتر سے سرک
طور پر جاری ہوا ۔ قارئین کرام کی دل حسپی کے لیے اس کا ناکس کتاب کے آخر میں شامل
جاری ہے ۔

کی فہرست کو جس طرح طول دیتے رہے ہیں اور اپنے بڑوں کی ہندو سے والدہ
محبت کو چھپانے کی سعی کرتے رہے ہیں۔ اس تازہ واقعہ کے ذریعہ مارٹنخ نے
خود کو دُسرا اکر حقائق کو بے نقاب کر دیا ہے



بعض حساس دلوں کو اس واقعہ سے سخت تھیں بھی نہیں ہے، جنہیں اس
دارالعلوم سے بعض علوم اسلامی کی وجہ سے تعلق خاطر رہا ہے ورنہ وہ اس کے ارباب
بست و کشاد کے سیاسی ملک سے الگ نظر پر رکھتے ہیں انہی میں مرحوم مولانا
احتشام الحق تھانوی بھی تھے جنہوں نے اندر اگاندھی کے ہاتھوں جشنِ دیوبند کے
افتتاح کی خبر پر زبردست احتجاج کیا۔ قسمتی سے ان کی آواز صدا بصر اثاثت ہوئی
اور مفتی محمد صاحب و عبداللہ انور صاحب سمیت سارے اکابر علماء دیوبند
اندر اگاندھی کے بجا شان سے لطف اندوں ہوتے رہے۔ مرحوم مولانا احشام الحق
تھانوی یغم اپنے سینے میں لے کر قبر کی اتحاد گھر انہوں میں اُتھپکے ہیں اور ان
کے نعرہ حق پر توجہ زدینے والے دیوبندی علماء اب ان کی وفات پر تعزیتی
قرارداد میں منظور کر رہے ہیں۔

پھر حال قاری محمد طیب صاحب شکریہ کے تحقیق ہیں جن کی وجہ سے مسلمانان
بزرگ پر بالعموم اور فوجوں ایمان پاکستان پر بالخصوص واضح ہو گیا ہے کہ اس درستگاہ
کے اکابر کے روابط کا نگریں اور نہرو خاندان سے کیا ہیں ۔ ۔ ۔ کیا تھے ۔ ۔ ۔
اور کیا رہیں گے ۔ ۔ ۔ اور اس کے بعد یہ فیصلہ کرنا چندماں شکل نہیں ہے کہ
مسلمانوں کے خون سے ہوئی کھیلنے والوں کے ساتھ یا لہ نجاتے والے مسلمانوں کے
دوست ہیں یا شمن۔ وَمَا عَلِيَّنَا إِلَّا الْبَلَاغُ



دارالعلوم دیوبنگ کے ٹیکادت میں

ماد العلوم دیوبند ہیت سر اند اسٹارڈنگ کالج میٹھا۔



درالعلوم دینیہ میں سماں نے اگر تو ملک کا
امن کرنا یعنی خارجی سادات خارج کے تکمیل ممالک
کے بارے کیتھے۔ جو جمیں کافی قوت شاہی کر رہے ہیں
لارڈ ایڈورڈ

جذب سه را در محترم و مضری:

جیسا کوئی بھائی کے لئے اس سلسلے میں شرکت کیے جائے۔
اگر دنامیک نہ سلسلہ میں ورثتے رہے تو اس کے ناتھ میں احمد کا نام باندھ لے جائے
اوپر اس کے نام پر دوسرے طور پر اسے فائل نہیں رکھا جائے بلکہ اس کو
اوپر اس کے نام پر دوسرے طور پر اسے فائل رکھا جائے۔
اوپر اس کے نام پر دوسرے طور پر اسے فائل رکھا جائے۔
اوپر اس کے نام پر دوسرے طور پر اسے فائل رکھا جائے۔

۱- اعلان ملک کے قریب سے رک اور فوجیہ ایجاد کر دیں
۲- خلاف حکومت کا عالمی تجارت خاتمه بستہ و پس پانے ملک میں
۳- سرحد اور دوست کو کھوئے اور دہلہ آؤ اور صوبہ کشمیر
۴- بھیک، رائی و مقدوت جوئی وہ مقدت الگ اور میاسی خود
۵- جو سرحد پکوں گی اسے جاری قبیلہ اور وہ نہ تھات
۶- نیک ایکنڈیوں پر پھر کر دیں۔

انڈیا نیشنل کانگریس

اوز دارالعلوم دیوبستہ
ایک جت دو زمین

فَاتحہ

حکم دست یافته کو نیز دستی کو نیز که احمد خدا سوس
که از این اسرار طلب کس طلبی ندارند گز از این مسائل
که باقی نیستیک. اس وقت این کار خوبی نماید و بدهد چون بر
خواه. خواه درینه از این مشکلی عالمی ای اصلع شرک از مردمی
که از این اسرار ایشان نمی‌دانند از اینه که این اسرار را
نهاد خواهی کنند اینه بگفت. اس تجربه نشاند که این اسرار ای
همی و دوی اینه ایشان آنی. افزایشی ایشان را داشتند که این اسرار
که از این اسرار طلب کنند که اینه نهاده شنایه می‌بینند که از این
مشکل از این اسرار خلاص کن. دلایل اینه بجهت اینه که اینه بجهت
که اینه بجهت اینه بجهت اینه بجهت اینه بجهت اینه بجهت

اگر از مرد نے قوی پنڈت کو مدد ادا کرنے میں مدد
کرے تو اس کو سچھا دل دیا جائے گا

۷۰۔ سال دیگر میرزا جنگلی اس سال مطابق گجری کا

لهم إلهي إلهي لا إله إلا أنت سمعتني فاغفر لي

وَحَسْنَتِ الْأَيْمَانِ بِهِ بِعَدْرَقِيَّةِ وَأَمْرَرَ بِهِ بِلَوْزِيَّةِ الْأَسْبَاتِ فَيَا مُلَاجِيَّةِ كَبَّةِ
جَهَنَّمِ كَبَّةِ.

تے مجھے مدد و مدد، مدد یعنی ارم اور سکو زم۔

کسی نہیں مدد کے ساتے دار رہے۔ جو کہ اگر جگہ کوئی بزرگ
نامہ سب سمعیں کی۔ جیسا اسلام کو سمجھ دیا جائے تو اسکے مذکور
تھوڑے کم تھے۔ تھر پیڈ و کرکٹ اپنے نہ سمجھتا فتنے کے شکرانے
کیلئے اس کی سب سمعیں جیسا ہے اس کا لوار، وہ سوسائٹی کا اخراج کر کر
ایس۔ اس کا خلاصہ اس کے بندوقیں اسی دعائیت و افسوس کے لیے جو قوم
جسے بے قیمت کر رہے ہیں ان کی صفتیں مردی کی ایک
اخراج کرنے والے۔ ۲۰ مولوک پختہ ملکیت شاہزادی
سے نظری افکار کو کوئی کوئی سوت کے مقابلے اخراج کیں
کہا جائے۔ اسی پختہ ملکیت کا اخراج ستم کی کمی کے
محدود محدود محدود کا ماند۔ جو کہ اس کی اخراجات
بھر جائے۔ اس کی کافی کمی کی محدود محدودیتی۔

وہیں سعید نے ملکہ کا حکم دیا تھا کہ میر کو اپنے بیوی کے
دینی و رسمی دن میں پہنچنے کا حق دیتا۔ اسی طرزی
کا حق نہیں دیا گی امریکی۔ اسی میں سے ہوتے ہوئے جو چیز
کو اپنے بھائی کو دے دیتے ہیں۔ میلان کی خوشی پرستی وہیں
شہر کی کلکتی کے، ہم حصی کو خوبی ملکیت پریٹ کی
کوں۔ ایک دن میر کے نہ دیتے ہیں میر کی طرف سے اس
کی وجہ سے اس کے مدد کا کام نہیں کر سکتا۔ اسی طبقہ کی وجہ
کے بعد کوئی مدد کا کام نہیں کر سکتا۔ اسی طبقہ کی وجہ
کے بعد کوئی مدد کا کام نہیں کر سکتا۔

عظمیم پبلی کیشنر کی عظیم پیشکش

جنابِ دین رضا حبیب قائم
کی بلند پایہ تصنیف،

و نامِ سلام
کے لئے

استخارا

قیمت:-

۵۰ روپے

جس میں فاضل مصنف نے

مسلمانانِ عرب و عجم کی رُودادِ عالم اور عالمِ اسلام کی داستانِ الم
انہائی پُرا شر اور دلنشیں پیرائے میں تاریخ واقعہ
اور قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی ہے
زبانِ شعر، اندازِ لکھ، حوالے متند، دلائل کے قاطع،
عمر کا غذ، اعلائی کتابت، معیاری آفسٹ طباعت اور حسین و مضبوط جلد

ملنے کا پتا
عظمیم پبلی کیشنر پوسٹ بس ۱۹۹۴ لاہور